افادات: مولانا منصور انصاری غازی
اخذ و ترتیب: مولانا محمد طیب کشمیری

دین وسیاست

اہل اسلام کیلئے لمحہ فکریہ

بلاشبہ سابقہ آسمانی مذاہب اپنے اپنے زمانہ میں اس زمانہ کے لحاظ سے حکومت وسیاست، اور دیگر اجتماعی مسائل کے لئے موزوں ترین اور سب سے بہتر قوانین تھے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترقی یافتہ دور میں جس میں رشد و ہدایت، صلاحیت و استعداد اور سعادت انسانی اپنے کمال پر پہنچنے کے لئے مچل رہی تھی۔ وہ تمام سابقہ قوانین منسوخ اور ممنوع العمل ہو گئے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور رسالت میں دنیائے انسانیت علمی رشد و کمال کے عروج پر پہنچ کر سیاست مدن کے جدید مسائل کو اپنے احاطہ تحقیق میں لے چکی اور اجتماعی مشکلات حل کرنے میں اپنی تمام قوت فکری کو صرف کر چکی ہے۔

دور حاضر کے مغربی مفکرین نے اجتماعی مسائل کے لاینحل اور دشوار عقدوں کو اپنے مذاہب قدیمہ (جو در حقیقت منسوخ شدہ ہیں) سے مبصرانہ اور محققانہ طور پر اپنا ناطہ کھینچ لیا اور اجتماعی مسائل کو دیرینہ مذاہب کے اثرات سے نکال کر اور بے موسم بے موقع قیود اور پابندیوں سے رہا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ قدیم آسمانی مذاہب اس دور کمال میں اسی قابل ہیں کہ انہیں متروک العمل گردانا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیت کی تعلیم یہ ہے کہ انسان اگلی دنیا راحتوں اور نعمتوں کو اس دنیا کی راحتیں ترک کئے بغیر حاصل نہیں کر سکتا۔ مذہب اور سائنس کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ مذہب انسان کی دنیوی سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ اس کا مقصد صرف انسان کی اخروی زندگی بہتر بنانا ہے۔ اور سائنس کو اگر ترقی کرنا ہے تو اسے ہر حالت میں مذہب سے علیحدہ ہو کر اس کام کو سرانجام دینا ہوگا۔ اس صورت حال کے پیش نظر سائنسدانوں کے دلوں میں یہ خوف راسخ ہو گیا کہ اگر انہوں نے خدا کو سائنس سے اور سائنس سے خدا کو جوڑنے کی کوشش کی تو وہ پھر

مذہبی اداروں اور عدالتوں کے محاسبہ کی زد میں آجائیں گے۔ اور اس طرح وہ اور ان کی سائنس دونوں ختم ہو جائیں گے کلیسا اور ریاست کے جھگڑوں نے اتنا طول کھینچا اور اتنی شدت اختیار کی کہ بالآخر دونوں کو ایک دوسرے سے الگ ہونا پڑا۔ اور عیسائیت کی تعلیم کے عین مطابق یہ فیصلہ کر دیا گیا۔ کہ مذہب کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں لیکن جب مذہب ایک دفعہ سیاست سے الگ کر دیا گیا تو پھر یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ فرد یا جماعت کی زندگی کے کسی اہم شعبہ پر اپنی گرفت قائم رکھ سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف فرد اور جماعت کی سیاسی زندگی مذہب سے الگ ہو گئی بلکہ ان کی قانونی، سماجی، اقتصادی، فوجی، تعلیمی اور علمی زندگی کو بھی مذہب سے کوئی تعلق نہ رہا۔

اسے ایک عجیب اتفاق یا نوشتۂ تقدیر ہی سمجھئے کہ سائنس اور فلسفہ اسی حقیقت کی گرویدہ ہیں جس کی قرآن حکیم تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ پورے وثوق، اعتماد اور اطمینان قلبی کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک تدبیر الٰہی ہے کہ جدت پسند علما اور لیڈروں کے ذریعہ انسانیت کو فرسودہ اور منسوخ شدہ مذاہب و ادیان کے چنگل سے نجات دلا دی۔ اور اب تدبیر الٰہی کا دوسرا قدم یہ ہے کہ تحقیق و تجسس کے ذریعہ انسانیت کو رضاکارانہ طور پر اجتماعیات اسلام اور فطری حکومت کی تابعداری کی راہ راست پر لا ڈالے۔

اللہ جل شانہ کے غیر متناہی احسانات کی برکت ہے کہ آج یورپ وغیرہ کے ماہرین سیاست راستہ کے ایک حصہ کو طے کر چکے ہیں یعنی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ وہ مذاہب جن کو وہ آسمانی مذاہب مانتے تھے وہ اب دور حاضر کے اجتماعی مسائل اور زمانہ کی نت نئی ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر راستہ کا دوسرا حصہ ابھی باقی ہے کہ سیاست میں اس مسلک کو معلوم کر لیں جو فطری ہے۔ امید قوی ہے کہ سعی پیہم اور جہد مسلسل سے کام لیا گیا تو جلد ہی وہ اس حصہ کو بھی طے کر لیں گے۔

مغربی مفکرین نے اپنے دین سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اس کے پیدا کردہ اصول کو تسلیم کر لیا ہے کہ سیاست مذہب سے جدا اور مذہب سیاست سے جدا ہے۔ اور دین کو ایک شخصی اور انفرادی حق قرار دے کر حکومت و سیاست کو اس پر مسلط کر دیا ہے اور فیصلہ یہ ہوا ہے کہ ہر فرد بشر اپنے مذہب میں انفرادی اور شخصی طور پر اس حد تک آزاد ہے کہ وہ ملک کی عمومی سیاست سے متصادم نہ ہو۔ بصورت تصادم لازم ہو گا کہ مذہب قدم سیاست سے پامال ہو کر دنیا کو اپنے وجود سے خالی کر دے۔

رہنمایان یورپ کا یہ فیصلہ اپنے بوسیدہ، پارینہ، منسوخ شدہ بلکہ مسخ شدہ مذاہب کے متعلق یقیناً درست ہے۔ اسلام خود اپنی بلند و بالا سیاست کے پیش نظر مذاہب یورپ بلکہ جملہ مذاہب باطلہ کے متعلق یہی فیصلہ اور حکم کرتا ہے، لہٰذا اہل یورپ کا اپنے مذاہب کو اپنی ترقی یافتہ بلند و بالا سیاست سے جدا کرنا اور اپنے مذاہب کو حکومت و سیاست سے پست قرار دینا بالکل بجا اور حق ہے۔

لیکن ہمیں اپنے مسلمان ماہرین سیاست پر تعجب ہے کہ ان کی بدبختی نے اس مسئلہ میں بھی اہل یورپ کی جامد اور کورانہ تقلید کو ضروری سمجھا چنانچہ جو فیصلہ اہل یورپ نے اپنے بے سود اور فرسودہ مذاہب کے متعلق کیا تھا ہمارے مسلمان سیاستدانوں نے بھی اپنے زندہ جاوید اور غیر منسوخ مذہب کے لئے اس فیصلہ کی نقل کر کے دین قیم اسلام کو سیاست و حکومت سے غیر متعلق سمجھ کر حاکمانہ اقتدار کے ماتحت قرار دیا۔

یہی سبب ہے کہ دور حاضر کے مدعیان سیاست نے انتہائی غیر ذمہ دارانہ طور پر "حکومت الٰہی" کے دائرہ اختیار سے خارج کر دیا۔ اور دین اسلام کو ادیان منسوخہ کی صف میں کھڑا کر کے اس کے متعلق بھی یہی فیصلہ کر دیا کہ وہ شخصی اور وجدانی امر ہے۔

اگر آزادی کے ساتھ غور و فکر کی جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ سیاست بھی اسلام کا ایسا ہی ایک شعبہ اور حصہ ہے جس طرح نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ، نکاح و طلاق، بیع و شراء، صنعت و تجارت، معاشیات و اخلاقیات وغیرہ۔ جس طرح ان حصوں کے لئے دین اسلام میں ہدایات موجود ہیں اسی طرح سیاست کے متعلق بھی واضح ہدایات پائی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض اہم حالات میں سیاست کے کسی اہم شعبہ میں کامیابی حاصل کرنے کو نماز جنازہ جیسی اہم عبادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین جیسے اہم معاملہ کو موخر کر دیا گیا اس کی تفصیل بعد کے اوراق میں آئے گی۔ سیاست و حکومت کو اسلام سے جدا تصور کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز روزہ اور دیگر عبادات کو اسلام سے الگ کر دیا جائے۔ یا جیسا کوئی شخص قانون حکومت کو اسی حکومت سے علیحدہ قرار دے۔

مغربی مفکرین نے کافی غور و فکر کے بعد اپنے مذاہب کے متعلق جو فیصلہ کیا ہے وہ مبنی بر حقیقت لیکن ہمارے مفکرین اور سیاسی لیڈروں کی یہ کوشش نہ تحقیق سے تعلق رکھتی ہے اور نہ اس کو ذاتی اغراض و مفاد سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہوئی کہ عمومی طور پر اسلامی ممالک میں قیادت و سیادت کے لئے اپنا اپنا استحقاق ثابت کرنے والی جماعتیں اور افراد عرصہ دراز سے لاقیدی اور اصول شکنی کے عادی اور گرویدہ ہو چکے ہیں۔ اور اپنی رائے اور فیصلہ کے خلاف کسی قسم کی پابندی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

چنانچہ سیاست کو اسلام سے جدا کرنے اور اسلام کو ایک شخصی اور وجدانی چیز قرار دینے سے ان حضرات کا وہی منشاء ہے جو عیسائیت کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ حکومت الٰہی کی پابندیوں سے نجات حاصل کر لیں اور اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق من مانی مرادیں پوری کریں۔

ہمارے ان "دانشمندوں" کی ناکام سعی اور ترقی معکوس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اقتدار صرف چند انفرادی مسائل (مثلاً نماز روزہ وغیرہ) میں محدود مان کر باقی تمام نوع انسانی کو انفرادی اور اجتماعی مسائل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سے آزاد کر لیتے ہیں یا بالفاظ دیگر اقتدار خداوندی کو بشریت کی حاکمیت سے معزول کر ڈالتے ہیں (نعوذ باللہ)

ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کے اس تراشے ہوئے اصول کہ "سیاست مذہب سے جدا اور مذہب پر حاکم ہے" کی زوردار تبلیغ صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو کسی جماعت کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور ان کی غرض اس سے وابستہ ہو جاتی ہے۔

اہلِ غرض کی ان غیر پسندیدہ مساعی کے برخلاف پاک نفس اور سعادت طلب انسانوں کے لئے قرآن حکیم کی تبلیغ یہ ہے:

ا۔ کہ حکومت اور فرماں روائی علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ لہٰذا کسی بشر واحد، جماعت، قوم اور ملت کو یہ حق ہرگز نہیں کہ وہ حاکمیت اور مالکیت کا دعویٰ کرے۔

ب۔ عبدیت و فرماں برداری اور حکومت الٰہی کی تابعداری بشری خاصہ ہے۔ فرماں روائی اور فرماں برداری لامحالہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ قرآن حکیم نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور خاص کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت پر بہت زور دیا اور اسی طرح اس حقیقت اور اجتماعی اساس کو پوری قوت سے واضح کر دیا کہ انسان کا دامن، اقتدار، حاکمیت اور فرماں روائی کی قوت سے بالکل خالی ہے۔

پس جو شخص اپنی جماعتی یا شخصی طاقت کو انسانی حکومت کے قائم کرنے میں صرف کرتا ہے وہ ایک ایسا وزیر اعظم ہے جس کو اس لئے اقتدار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے آقا کے نام پر ایک وفادار حکومت قائم کرے لیکن اس نے اس عطائی اقتدار سے اپنے آقا اور مالک کے بجائے خود اپنی حکومت و ریاست قائم کر لی۔ قرآن حکیم اپنے بنیادی اصول سے ایک لمحہ کے لئے بھی دست کش نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یورپ کے ایجاد کردہ اصول پر ہم قدم بھی نہیں چل سکتے کہ ناچیز انسان کو حاکم علی الاطلاق تسلیم کر لیں۔ اور خدا تعالیٰ کی حاکمیت کے حلقہ کو اپنی گردنوں سے نکال باہر پھینکیں۔

تعلیم قرآن کا علمبردار ایک صاحب بصیرت انسان ایک لمحہ کے لئے گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ قرآن حکیم کو پس پشت ڈال کر اپنی آنکھیں پھوڑے اور یہ سمجھنے لگے کہ ہمارا مذہب سیاست سے جدا اور خود ساختہ حکومت و قانون کے ماتحت ہے۔

لہٰذا ہر مسلم، خدا پرست اور حق شناس کا فرض منصبی ہے کہ اسلام اور دیگر مذاہب کے امتیازات کے متعلق قرآنی فرمان کو اچھی طرح سمجھ کر اپنی اجتماعی زندگی میں "صراط مستقیم" کو پہچانے اور تمام طالبانِ حق کے سامنے اس نکتہ کی علمی اور عملی تبلیغ کرکے نوعِ انسانی کی عمومی سعادت کے لئے عظیم الشان جد و جہد کرے۔ اس موضوع پر مزید تفصیل کے لئے حضرت علامہ منصور انصاری غازیؒ کی کتب دیکھی جا سکتی ہیں ÷